سبز عمامہ

مصافحہ

باہتمام: ابوحامد مفتی احمد میاں برکاتی

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدرآباد
دارالعلوم احسن البرکات شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں

مکتبۃ المصطفیٰ
15. برائٹ کارنر، چاندنی چوک،
نزد فیضانِ مدینہ سبزی منڈی کراچی۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ٥ الصلوٰۃ والسلام علیک یانبی اللہ

لمعۃ النیرۃ فی لون الاخضر

سبز عمامہ
اور
مصافحہ

از
علامہ مفتی سید محمد ریاض الحسن جیلانی رضوی حامدی قدس سرہ

باہتمام
صاحبزادہ ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی

حسب فرمائش
مجلس احباب دعوت اسلامی حیدرآباد

ناشر: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، دار العلوم احسن البرکات
صاحبزادہ مفتی محمد خلیل خاں۔ حیدرآباد

نام کتاب : ______ (۱) لمعۃ النیر فی لون الاخضر (سبز عمامہ)
(۲) مصافحہ
مصنف : ______ علامہ مفتی سید محمد ریاض الحسن جیلانی علیہ الرحمۃ
محرک : ______ صاحبزادہ سید محمد ضیاء الحسن شکیل
مؤید : ______ مولانا محمد عبد الرشید نوری برکاتی
طباعت باہتمام : ______ علامہ ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ
خوشنویس : ______ افتخار احمد انجم
نگران طباعت : ______ عادل میاں برکاتی
تعداد : ______ ایک ہزار
باردوم : ______ جون ۱۹۹۳ء
قیمت : ______

ملنے کا پتہ

(۱) مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ۔ حیدرآباد۔ فون ۲۵۸۰۲
(۲) بزم ریاض الحسن و شعبۂ نشر و اشاعت دار المطالعہ غوثیہ رضویہ مرکزی جامع مسجد امریکن کوارٹرز حیدرآباد
(۳) دفتر بزم رضا و دفتر اعلیحضرت امام احمد رضا اکیڈمی رحمانیہ مسجد مقابل عثمان آباد گیٹ۔ حیدرآباد
۴- ضیاء الدین پبلی کیشنز۔ نزد شہید مسجد کھارادر کراچی

تقدیم

از: صاحبزادہ ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ العالی
مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد، و پرنسپل
احسن البرکات اورینٹل کالج حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ خواہ کوئی سا ہو، اس پر تحقیق کے ساتھ لکھنا اور امثال وشواہد کے ساتھ سمجھانا اہل تحقیق ہی کی شان ہے۔ اس زمانہ میں اہل تحقیق اور اصحاب علم وفضل ختم نہیں، تو کم ضرور ہو گئے ہیں۔ نعت خوانوں اور واعظینِ خوش الحان کی کثرت تو ہے مگر تحقیق وتدقیق والے بزرگ اٹھ گئے اصحاب تقویٰ، وصاحبان علم اس دارِ فانی سے دار باقی کی طرف کوچ فرما گئے، جو باقی ہیں وہ تبرک ہیں یا چراغِ سحری! ایسے ہی اصحابِ علم وفضل میں حضرت علامہ مفتی سید ریاض الحسن صاحب جیلانی قادری حامدی رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے جودھپور سے پاکستان ہجرت فرمانے کے بعد، حیدرآباد سندھ کو اپنا مسکن بنایا اور ۴۹ سنہ ۱۹ سے انیس سال تک دین متین کی کماحقہ، خدمت کی۔ اس دور میں، حیدرآباد میں علم وتقویٰ، اور زہد وفضل کا ایک ہی مثلث

تھا اور سراج العلماء حضرت علامہ جیلانی نور اللہ مرقدہٗ، اس مثلث کا ایک زاویہ تھے۔ اس علمی مثلث کا ایک اور زاویہ، مفتی اعظم سندھ، خلیل ملت خلیل العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی نوری ابوالقاسمی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ (۱۸ جون ۱۹۸۵ء) واصل باللہ ہوئے۔ یہ علمی مثلث اب بھی حیدرآباد پر چھایا ہوا ہے دو زاویے روحانی صورت میں اور تیسرا زاویہ بحمد اللہ ظاہری شکل میں ــــ اس مثلث کا ایک اور زاویہ، محمود العلماء، رہبر ملت بابائے شہر، حضرت علامہ مولانا سید محمد علی رضوی قادری مدظلہم العالی ہیں جو آج کل دارالعلوم احسن البرکات میں شیخ التصوف کے منصب پر فائز ہیں اور پورے شہر کے عوام و خواص کا مرجع ہیں۔ (اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت عطا فرمائے آمین)

ــــ ان تینوں علماء نے اپنے ادوار میں، حیدرآباد شہر و مضافات میں، لوگوں کی اصلاح اور عقائد صحیحہ کی ترویج میں انتھک محنت کی ہے، جس کی وجہ سے آج شہر حیدرآباد میں اہل حق کی واضح اکثریت نظر آتی ہے ـــ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں یہ علماء اگر خلوص، جذبہ صادقہ، اور سعی لگن سے، نئے نئے فتنوں کا مقابلہ کر کے ان کو نیست و نابود نہ کرتے تو آج حیدرآباد میں سنیت و رضویت کا پرچم بلند نہ ہوتا ـــ حضرت علامہ مفتی سید ریاض الحسن جیلانی رحمۃ اللہ رمضان ۱۹۹۰ء میں انتقال فرما گئے

آپ کی نماز جنازہ مفتی اعظم سندھ علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

آپ کا مزار شریف آج بھی ٹنڈو یوسف میں مرجع عوام و خواص ہے حضرت موصوف نے بہت سے کتب و رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ جن میں سے

چند طبع ہوئے ہیں اور باقی ہنوز منتظر طبع ہیں ——— آپ نے ۱۵ سال تک جامع مسجد اہلِ سنت امریکن کوارٹرز میں مسلسل درس قرآن دیا۔

گزشتہ سال، حضرت کے صاحبزادے برادر گرامی صاحبزادہ سید ضیاء الحسن جیلانی شکیل نے فقیر کو دیگر احباب کے ساتھ اپنے گھر ایک تقریب میں مدعو کیا۔ دوران تقریب حضرت کی تصانیف کا ذکر آیا، فقیر نے مسودّات دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، صاحبزادہ صاحب نے قلمی نسخے دکھائے تو دل بہت مچلا کہ ایسے علم کے خزانے یہاں چھپے ہیں جن کی عوام کو شدید ضرورت ہے، چنانچہ فقیر نے پیشکش کی کہ طباعت مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ کے توسط سے کرائی جائے گی! صاحبزادہ صاحب نے اپنے موروثی فضل کا اظہار فرماتے ہوئے مسودّات فقیر کے حوالے کر دیئے ——— فقیر نے اس وقت مفید ترین رسالے یہی پائے جو قارئین کے ہاتھ میں ہیں۔ ان شاء اللہ بقیہ کتب بھی جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔ فقط،

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی۔ خادم الحدیث النبوی الشریف

دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ - ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء یوم الاربعاء

حضرت مولانا مفتی سید ریاض الحسن صاحب جیلانی قدس سرہ العزیز صاحب علم وفضل تھے۔ آپ اکثر اوقات سفید عمامہ کے علاوہ سبز عمامہ بھی استعمال فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک معاصر عالم نے آپ سے سبز عمامہ کے متعلق استفسار کیا اور یہ رائے بھی قائم کی کہ سبز عمامہ کی بجائے سفید ہی ہونا چاہئے۔ اسپر حضرت موصوف قدس سرہ نے یہ چند سطور قلم بند فرمائیں۔

(مرتب)

۷۸۶
۹۲

محترم المقام حضرت مولینا صاحب دامت برکاتہم

مزاج گرامی واقدس

تحیۂ مسنونہ۔

کل آپ غریب کدہ پر تشریف لائے اور سبز عمامے کے متعلق گفتگو ہوئی لیکن آپنے تشریف بری میں نہایت عجلت فرمائی اور نظر فقیر میں جو جزئیات تھے ملاحظہ فرمانے سے اغماض فرمایا آج سمع خراشی کی معذرت کرتے ہوئے وہ جزئیات پیش خدمت کرتا ہوں۔ ترمذی وابوداؤد شریف میں حضرت ابو رمثہ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہ ثوبان اخضران	میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اسوقت حضور پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے

(مشکوٰۃ شریف مطبع نظامی کتاب اللباس ص ۳۷۰)

حضرت امام علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

وقد لبس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البرد الاخضر ولبس الاخضر سنۃ۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سبز چادر اوڑھی ہے اور سبز رنگ کا لباس سنت ہے

(ضیاء القلوب فی لباس المحبوب مطبع مجتبائی ص ۳)

بلکہ یہیں اس کا یہ فائدہ بھی تحریر فرمایا

النظر الی الخضرۃ یزید فی البصر۔

سبز رنگ کی طرف نظر کرنا بینائی کو زیادہ کرتا ہے۔

(ضیاء القلوب فی لباس المحبوب ص ۳)

پھر خاص عمامے کے متعلق ارشاد فرمایا

دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سفید بودہ گاہے دستار سیاہ واحیانا سبز۔

حضور کی دستار مبارک اکثر سفید اور کبھی سیاہ اور کبھی سبز ہوتی تھی۔

(ضیاء القلوب فی لباس المحبوب ص ۴)

میرے آقا کے لشکری ملائکہ کی دستار بھی سبز وسفید دیکھی گئی حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں۔

کان سیما الملائکۃ یوم بدر عمائم بیض ویوم حنین عمائم خضر۔

یوم بدر ملائکہ کی نشانی سفید عمامے اور حنین کے دن سبز عمامے تھیں

(تفسیر خازن شریف مصری سورہ انفال ج ۲ ص ۱۸۳)

لہٰذا حضرت علامہ نے اسے بہترین لباس میں شمار فرمایا فرماتے ہیں۔

بہترین لباس سفید است و بدستار	بہترین لباس سفید ہے اور عمامے میں
سیاہ و سبز و پائجامہ۔	سیاہ و سبز رنگ اور پائجامہ

(ضیاء القلوب فی لباس المحبوب ص)

بلکہ بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ سبز رنگ ہی حضور کو محبوب ترین تھا چنانچہ مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس کی پہلی حدیث بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کان احب الثیاب الی النبی	محبوب ترین لباس حضور پاک
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	علیہ السلام کے نزدیک یہ تھا کہ
ان یلبسہا الحبرۃ۔	حبرہ پہنا جائے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۳۱۸)

حبرہ پہنا نا جائے کے تحت حضرت علامہ علی قاری رحمہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حبرہ کے متعلق ایک قول یہ بیان فرماتے ہیں

قیل لکونہا خضر اوھی	یہ بھی کہا گیا ہے کہ حبرہ حضور کو یوں محبوب
من ثیاب اھل الجنۃ وقد	تھا کہ سبز رنگ اہل جنت کے لباسوں میں سے
ورد کان احب الالوان	ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ رنگوں میں سبز
الیہ الخضرۃ۔	رنگ حضور کو محبوب ترین تھا۔

(حاشیہ مشکوٰۃ ص۳۱۸)

فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب درمختار میں ہے

ولا باس بسائر الالوان	کسم اور زعفران کے رنگے ہوئے سرخ و زرد رنگ کے سوا
(ردالمحتار مطبوعہ مصر جلد خامس کتاب الحظر والاباحۃ ص۲۴۳)	سارے رنگ (مردوں کو) پہننے میں مضائقہ نہیں

بلکہ صاحب روضہ نے تو یہاں تک تحریر فرمایا

یجوز للرجال والنساء لبس	مردوں اور عورتوں کو سرخ و سبز
الثوب الاحمر والاخضر بلا کراھۃ	کپڑا پہننا بلا کراہت جائز ہے۔

(ردالمحتار مصری ص ۳۱۴ ج ۵)

حضرت امام علامہ شامی علیہ الرحمہ نے سرخ رنگ کی طویل بحث کے بعد فیصلہ فرمایا۔

لکن جل الکتب علی الکراھۃ	لیکن جلیل الشان کتابیں کراہت پر ہیں

(شامی مصری ص ۳۱۴ ج ۵)

علامہ شامی کا سرخ رنگ کو مکروہ بتانا اور سبز رنگ کے لئے کچھ نہ فرمانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ سبز رنگ ان کے نزدیک بھی جائز و سنت ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ولبس الاخضر سنۃ	سبز رنگ پہننا سنت ہے
کما فی الشرعۃ۔	جیسا کہ شرعۃ میں ہے۔

(شامی کتاب اللباس جلد خامس ص ۳۰۱)

ہاں ایام محرم الحرام میں تین قسم کے رنگ نہ پہنے جائیں اعلیحضرت عظیم البرکۃ مجدد دین وملت امام الھدی خاتم الفقہاء سیدنا الحاج عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں صاحب قبلہ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا ارشاد فرماتے ہیں۔

ایام محرم میں یعنی پہلی محرم سے بارہویں تک تین قسم کے رنگ نہ پہنے جائیں ۱ سیاہ کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے ۲ سبز کہ یہ مبتدعین یعنی تعزیہ داروں کا طریقہ ہے ۳ سرخ کہ یہ خارجیوں کا طریقہ ہے کہ وہ معاذاللہ اظہار مسرت کے لئے سرخ پہنتے ہیں۔

(بہار شریعت مصنفہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ ص ۵۳ ج ۱۶) منقول از افادات رضویہ

مولٰنا کسی مقام کا رواج اور چیز ہے اور حکم شریعت دوسری چیز پھر شریعت میں کسی حکم کا مصرح نہ ہونا اور ہے اور عدم جواز شے دیگر کسی مقام کے عوام و علما اگر سفید ہی عمامے باندھتے ہوں تو یہ دوسرے رنگ کی ممانعت کی دلیل نہیں ہوا اگر شریعت مقدسہ نے کسی چیز کے متعلق کچھ بیان نہ فرمایا ہو تو یہ اسکی کراہت و حرمت کو مستلزم نہیں یہاں بفضلہ تعالیٰ شریعت مطہرہ سے اس کا جائز و مسنون ہونا ثابت کر چکا بالفرض اگر کوئی دلیل بھی نہ ہوتی تو بھی حکم اباحت رکھتا کہ جب تک شریعت مطہرہ منع نہ فرمائے عدم جواز کا حکم نہیں دیا جا سکتا دارقطنی میں حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا	اللہ نے کچھ چیزیں فرض فرمائیں انکو ضائع
وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد	نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام فرمائیں انکے نزدیک
حدودا فلا تعتدوھا وسکت	نہ جاؤ اور کچھ حدیں مقرر کیں ان سے تجاوز
عن اشیاء من غیر نسیان	نہ کرو اور کچھ چیزوں سے بغیر نسیان سکوت
فلا تبحثوا عنھا۔	فرمایا تو انمیں بحث نہ کرو

(مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام ص۲۱)

اس مقدس فرمان وحی بنیان کی تشریح سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنئے فرماتے ہیں۔

فبعث اللہ نبیہ وانزل کتابہ	اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک کو مبعوث فرمایا اور
واحل حلالہ وحرم حرامہ فما	اپنی کتب قدیم نازل فرمائی اور حلال کو حلال فرمایا
احل فھو حلال وما حرم فھو	اور حرام کو حرام کیا تو جو چیز حلال کی گئی وہ حلال ہے
حرام وما سکت فھو عفو۔	اور جو چیز حرام فرمائی گئی وہ حرام ہے اور جس چیز سے سکوت فرمایا معاف ہے۔

(مشکوٰۃ شریف باب ما یحل اکلہ ص۳۶۳)

حضرت مولانا کسی چیز کو حرام و مکروہ کہہ دینے میں (جتنک کہ دلیل شرعی نہ ہو) احتیاط نہیں بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اسے جائز و مباح کہا جائے حضرت امام علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

ولیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لا بد لھما من دلیل بل فی القول الاباحۃ التی ھی الاصل وتوقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی	احتیاط اسمیں نہیں ہے کہ حرمت وکراہت کے اثبات سے اللہ تعالیٰ پر افترا کرسکے حرمت وکراہت کیلئے بغیر دلیل چارہ نہیں بلکہ احتیاط مباح کہنے میں ہے کہ وہی اصل ہے اور حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے باوجودیکہ آپکی ذات مقدس خود صاحب شرع ہے شراب جیسی ام الخبائث کے حرام فرمانے میں توقف فرمایا یہاں تک کہ آپ پر نص قطعی نازل ہوئی۔ (شامی کتاب الاشربہ جلد خامس ص ۴۰۶)

آج جبکہ سفید عمامے کے علاوہ ہر رنگ کے عمامے کو ناجائز سمجھا جانے لگا ہے میں ان علمائے کرام کی خدمت میں جو صرف سفید ہی عمامے استعمال فرماتے ہیں دست بستہ گذارش کروں گا کہ اے نائبان مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) زمانہ روش بدل گیا آپ بھی اپنی طرز میں تھوڑی سی تبدیلی اختیار فرمائیں اور گاہے لگاہے رنگین عمامے کا استعمال فرماکر عوام کے خیالات کی اصلاح فرمادیں آپ ہی حضرات کی تعلیم کی بدولت ہم درمختار و ردالمحتار میں یہ جزئیہ پاتے ہیں ۔

(والسنۃ السور الثلاث) ای الاعلیٰ والکفرون والاخلاص	(وتر میں) تین سورتیں سنت ہیں سبح اسم قل یا ایہا الکافرون قل ھو اللہ احد لیکن

لكن في النهاية ان التعيين	نہایہ میں ہے کہ ہمیشہ ان سورتوں کا
على الدوام يفضي الى	تعین بعض لوگوں کا اعتقاد اس جانب
اعتقاد لبعض الناس انه	لے جائے گا کہ یہ واجب ہیں اور ایسا
واجب وهو لا يجوز فلو	اعتقاد جائز نہیں تو اگر وہ سورتیں کہ
قرأ بما ورد به الآثار احيانا	جنکے بارے میں احادیث کریمہ وارد ہوئی
بلا مواظبة يكون حسنا.	ہیں کبھی کبھی بلا ہمیشگی کئے پڑھے تو بہتر ہے

(رد المحتار مصری باب الوتر جلد اول ص۶۲۳)

یہی علامہ شامی رحمہ الباری فرماتے ہیں

اما لو قرأ للتيسير عليه او تبركا	اگر یہ سورتیں آسانی کے لحاظ سے پڑھے یا حضور اقدس
بقرأته عليه الصلاة والسلام	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت مبارکہ کے ساتھ تبرک
فلا كراهة لكن لبشرط ان	حاصل کرنے کی غرض سے پڑھے تو کراہت نہیں لیکن شرط
يقرأ غيرها احيانا لئلا يظن	یہ ہے کہ کبھی کبھی انکے علاوہ دوسری سورتیں بھی
الجاهل ان غيرها لا يجوز	پڑھ لیا کرے تاکہ جاہل یہ گمان نہ کرے کہ انکے علاوہ جائز ہی نہیں

(شامی مصری جلد اول باب القرأۃ ص۵۰۰)

الحمد للہ کہ مسئلہ اپنے اتمام کو پہنچا آپ خود صاحب علم ہیں امید ہے کہ یہ چند سطور آپ کی تسلی کو بس ہونگی ۔

والحمد لله على اوله وآخره والصلاة والسلام على سيدنا ومولينا محمد وآله وصحبه وازواجه وذرياته ۔ والله ورسوله اعلم بحقيقة احكامه (جل جلاله وصلى الله تعالى عليه وسلم)

کتبہ العبد الفقیر سید محمد ریاض الحسن جیلانی رضوی حامدی جودھپوری غفرلہ القوی

۸ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ
یوم الاربعاء

دوسرا رسالہ

اس مسئلہ کا ثبوت کہ بعد نماز مصافحہ جائز ہے

مسمیٰ باسم

مصافحہ

از

علامہ مفتی سید محمد ریاض الحسن جیلانی قدس سرہ العزیز

باہتمام

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی

ناشر: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ۔ حیدر آباد

۶۸۶
۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز مصافحہ کرنا کیسا ہے ایک امام صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ بعد نماز مصافحہ کرنا ناجائز ہے سوال کے ہمراہ فتویٰ بھی ارسال ہے۔ امام صاحب پر جب گرفت کی گئی تو زبانی کہا کہ میں مصافحہ سے منع نہیں کرتا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ مسجد میں مصافحہ کرنا ممنوع ہے لہذا حکم شرعی کیا ہے۔

محمد اسحاق

۲۳ رمضان شریف سنہ ۱۳۶۶ھ

نقل فتویٰ امام مسجد

ونقل فی تبیین المحارم عن	اور نقل گیا ہے تبیین المحارم میں ملتقط
الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ	سے کہ تحقیق مصافحہ کرنا ہر حال میں
بعد اداء الصلوٰۃ بکل حال لان	نماز کے بعد مکروہ ہے اس لئے کہ
الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم	صحابہ کرام کبھی نماز کے بعد مصافحہ نہیں
ما صافحوا بعد اداء الصلوٰۃ	کرتے تھے اور وجہ خاص یہ ہے کہ بعد
ولانہا من سنن الروافض	نماز مصافحہ کرنا رافضیوں کی سنت ہے
ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیۃ	پھر ابن حجرؒ جو حنفی نہیں بلکہ شافعی ہیں
انہا بدعۃ مکروہۃ لا اصل	وہ بھی فرماتے ہیں کہ مصافحہ کرنا بعد نماز
لہا فی الشرع وانہ تینبہ	بدعت مکروہ ہے شرع میں اسکی اصل نہیں اور وہ
فاعلہا اولا ولیعزر ثانیۃ	ایسی بدعت ہے کہ پہلے اسکے کرنیوالے کو منع کیا جائے نہ ملنے تو سزا دی جائے

ثم قال ابن الحاج من المكية
في المدخل انها من البدع
وموضع المصافحة في الشرع
انما هو عن لقاء المسلم لاخيه
لا في ادبار الصلوة فحيث
وضعه بالشرع يضعها فيه
فاعن عن ذالك ويزجر
فاعله لما اتی به من خلاف
السنة - كذالك في فتاوى
الشامی -

پھر علامہ ابن الحاج مکی نے فرمایا مدخل میں
تحقیق مصافحہ کرنا بعد نماز بدعت ہے اور
مصافحہ شرع میں اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ تحقیق
وہ مسلم کی ملاقات ہے اپنے بھائی مسلم سے نہ کہ اسکو
نماز کے بعد کیا جائے پس شرع میں مصافحہ کی حیثیت
یہی ہے کہ تم اسکو مخصوص ملاقات کے وقت آپس میں .
اور سختی سے منع کرو بعد نماز مصافحہ کرنیوالے کو کیونکہ
وہ ایسے فعل کو کرتا ہے جو سنت رسول سنت صحابہ
سنت تابعین وتبع تابعین سب کے خلاف ہے
ایسا ہی فتاوی شامی میں ہے ۔

نوٹ: یہ تحریر امام بعینہ وبلفظہ درج ہے تبیین المحارم اور ملتقط وغیرہ فی زمانا نایاب ہیں یہ تمام عبارت شامی سے نقل کی گئی ہے جی تو چاہتا تھا کہ تفاوت نقل بیان کرتا لیکن وقت کی قلت اور رسائل کی عجلت اور مضمون کی طوالت مانع ہے میں ناظرین کو مشورہ دیتا ہوں کہ عبارت کو اصل کتاب سے موازنہ کریں اور امام صاحب کی قابلیت اور دیانت داری کی داد دیں ۔

فقیر سید محمد ریاض الحسن جیلانی رضوی حامدی غفرلہ القوی

الجواب

وباللہ تعالی توفیق الصواب ۔ اصل مصافحہ حضور کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی سنت کریمہ ہے جس پر بکثرت احادیث کریمہ وارد چند احادیث

بطور تبرک زینت قرطاس ہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

حدیث (۱)

مامن مسلمین یلتقیان	دو مسلمان جب ملاقات کرتے
فیتصافحان الا غفر لھما	ہیں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے
قبل ان یتفرقا۔	سے قبل بخشدئے جاتے ہیں۔

(ترمذی شریف مطبوعہ مجتبائی ج ۲ ص ۹۷)

بیہقی نے شعب الایمان میں انہی سے روایت کی کہ حضور کا ارشاد کریمہ ہے۔

حدیث (۲)

المسلمان اذا تصافحا لم یبق	دو مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں
بینھما ذنب الا سقط۔	تو ان کے سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں

(مشکوٰۃ شریف مطبوعہ نظامی دہلی ص ۴۰۳)

طبرانی نے ابوداؤد اعمیٰ اور انہوں نے انہی براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کے حضور فرماتے ہیں۔

حدیث (۳)

ان المسلمین اذا التقیا و تصافحا	بیشک جب دو مسلمان آپس میں ملتے
وضحک کل واحد منھما	اور مصافحہ کرتے ہیں اور ہر ایک اپنے
فی وجہ صاحبہ لا	ساتھی کے سامنے مسکراتا ہے اور یہ فعل خالصاً
لا یفعلان الا للہ لم یتفرقا	لوجہ اللہ کرتے ہیں تو جدا نہیں ہو پاتے کہ
حتی یغفر لھما۔	دونوں بخشدئے جاتے ہیں

(کتاب الترغیب والترہیب حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۰۳)

طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ سرکار فرماتے ہیں۔

حدیث (۴)

ان المؤمن اذا لقی المومن	بیشک جب مسلمان سے مسلمان مل کر
فسلم علیہ واخذ بیدہٖ	سلام کرتا اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو
فصافحہ تناثرت خطایا	انکے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے (موسم خزاں میں)
ھما کما یتناثر ورق الشجر	پیڑوں کے پتے گرتے ہیں۔

(کتاب الترغیب والترہیب ص۴۲)

یہ تو تھا ثواب آخرت اور حیات دنیوی میں بھی اسکے ثمرات ظاہر امام مالک نے مرسلاً حضرت عطا ابن عبداللہ خراسانی سے روایت کی کہ قاسم محبت وداد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حدیث (۵)

تصافحوا یذھب الغل وتھادوا	مصافحہ کرو دل کی کپٹ دکینہ جاتی رہیگی اور
تحابوا وتذھب الشحناء	ہدیہ کرو محبت پیدا ہوگی عداوت جاتی رہیگی

(موطائے امام مالک مع مصفےٰ مطبوعہ فاروقی دہلی ص۱۸۲ ج۲)
(مشکوٰۃ ص۳۴۳)

علامہ قہستانی وغیرہ پھر علامہ شامی نے اپنی مصنفات میں ایک حدیث کا مضمون بیان کیا۔

حدیث (۶)

ان یاخذ الابھام فان فیہ	مصافحہ کرنے میں انگوٹھا پکڑے کہ انگوٹھے میں
عرقا ینبت المحبۃ	ڈیک رگ ہے جو محبت پیدا کرتی ہے

(شامی مطبوعہ مصر ج۵ ص۳۴۷ باب الاستبراء)

اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں مصافحہ کا عام دستور تھا بخاری شریف میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا۔

حدیث (۷)

اکانت المصافحۃ فی اصحاب	کیا اصحاب رسول اللہ
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں
قال نعم۔	مصافحہ رائج تھا۔ فرمایا ہاں۔

(بخاری شریف مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۴۳)

طبرانی نے خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں۔

حدیث (۸)

کان اصحاب النبی صلی اللہ	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
تعالیٰ علیہ وسلم اذا تلاقوا	وسلم کے صحابہ جب ملاقی
تصافحوا واذا قدموا	ہوتے مصافحہ کرتے اور جب سفر
من السفر تعانقوا۔	سے لوٹتے معانقہ کرتے۔

(کتاب الترغیب والترہیب ص ۴۲۴)

بلکہ خود سرکار کریم اپنے غلاموں کو اپنے مصافحہ سے نوازتے تھے ابوداؤد نے حضرت ایوب بن بُشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

حدیث (۹)

ھل کان رسول اللہ صلی اللہ	کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم یصافحکم	جب تم سے ملاقات فرماتے
اذا لقیتموہ قال ما لقیتہ قط	مصافحہ کرتے فرمایا میں نے جب بھی
الا صافحنی۔	حضور سے ملاقات کی سرکار نے مجھ سے مصافحہ فرمایا

(مشکوٰۃ شریف ص۴۰۲)

جب اصل مصافحہ سنت ہے تو سنت جب کبھی ادا کی جائے گی سنت ہی رہے گی تاوقتیکہ خاص کسی وقت کے لئے شریعت مطہرہ سے تصریحاً نہی وممانعت ثابت نہ ہو اور مصافحہ بعد نماز کی شریعت نے ممانعت نہ فرمائی تو دوسرا منع کرنے والا کون اسی بنا پر حضرت امام علامہ احمد ابن محمد بن اسمٰعیل طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

نص (۱)

وکذا تطلب المصافحۃ	ایسے ہی نماز عید کے بعد مصافحہ کرنا
فی سنۃ عقب الصلوٰۃ	مستحب ہے کہ مصافحہ ساری نمازوں
کلہا وعند کل لقی۔	کے بعد اور ہر ملاقات کے بعد سنت ہے

(طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصر ص۳۱۹)

سبحان اللہ علماء کرام اس مصافحہ کو اسی اصل عام کی بنا پر سنت فرمائیں اور آج ایک مسجد کا امام اسے مکروہ و بدعت کہے امام مذکور کو اگر اس مصافحہ سے ایسی کد اور چڑ ہے تو چاہئے تھا کہ ساتھ ہی ساتھ خروج مسجد کے وقت سلام کی بھی ممانعت کرتے کہ سلام تحیت ہے اور تحیت بلا مصافحہ ناتمام۔ بخاری شریف کتاب الاستیذان کی پہلی حدیث حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جب رب تبارک تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا حکم دیا کہ جاؤ گروہ ملائکہ

پر سلام کرو اور سنو وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں۔

فانہا تحیتک وتحیۃ	بیشک وہی تمہاری اور تمہاری اولاد
ذریتک فقال السلام علیکم	کی تحیت ہے آدم علیہ السلام نے کہا السلام
فقالوا السلام علیک ورحمۃ اللہ	علیکم ملائکہ نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ

(بخاری شریف مصری جلد ۲ صـ ۶۲)

امام احمد ترمذی نے حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور فرماتے ہیں۔

وتمام تحیاتکم بینکم المصافحۃ	تمہاری پوری تحیت تمہارے درمیان مصافحہ ہے

(مشکوٰۃ شریف صـ ۳۴۳)

وتضعیف الترمذی لا یضرنا فان الضعاف مقبولۃ فی فضائل الاعمال کما حققنا فی فتاوٰنا

رہی یہ تحریر جسے سائل بنام فتویٰ پیش کر رہا ہے سرے سے قابل التفات نہیں کہ مفتی جی منصب فتویٰ نویسی پر ایسے بھولے کہ آداب افتا ہی بھولے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

اذا اجاب المفتی ینبغی ان	جب مفتی جواب دے تو چاہئے کہ
یکتب عقیب جوابہ واللہ	ختم جواب پر واللہ تعالیٰ اعلم یا اسکے
تعالیٰ اعلم اونحو ذالک	مثل اور الفاظ لکھے۔

(عالمگیری مطبوعہ مجیدی کانپور کتاب آداب القاضی صـ ۱۴۲ ج ۳)

ہم اپنی زبان سے کچھ کیوں کہیں اس تحریر پر دستخط نہ ہونا خود پکار رہا ہے کہ محرر کو خود اپنی تحریر پر اعتماد نہیں۔ ہاں یہ عبارت شامی سے نقل کی گئی ہے لیکن نقل بھی مطابق اصل نہیں ہم اسے ناظرین کے مطالعہ پر

چھوڑتے ہیں لیکن اس کمال ہوشیاری کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ
عبارت شامی میں ابن الحاج من المالکیۃ تھا امام نے بکمال ہوشیاری
المکیۃ بنا دیا اور یہ سہو قلم بھی نہیں ترجمہ بھی یہ لکھا "علامہ ابن الحاج مکی نے
فرمایا" اگر یہاں مطابق اصل المالکیۃ لکھا جاتا تو حنفی چونک پڑتا کہ پہلا قول،
علامہ ابن حجر شافعی کا تھا یہ دوسرا علامہ ابن الحاج مالکی کا ہے اور میں ہوں حنفی
اور ائمہ احناف کا یہاں کوئی قول نہیں اس لئے المالکیۃ کو المکیۃ بنا دیا
کہ پردہ رہے اور حنفی پر بھی یہ قول سند بنایا جا سکے۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ عبارتِ شامی مکمل نقل نہ کی بلکہ صرف آخری قول نقل
کیا حالانکہ علامہ شامی نے یہاں تین قسم کے اقوال نقل فرمائے تھے اول وہ جو جواز
مطلق پر دال، دوسرے وہ جو کبھی کبھی ترک پر مشیر تیسرے وہ جنسے عدم جواز
مترشح، امام مذکور نے پہلے دونوں اقوال ترک کئے اور تیسرا قول اختیار کیا حالانکہ
حضرت علامہ شامی علیہ الرحمہ کا رجحان خود قول اول کی جانب تھا کہ علامہ موصوف
محشی ہیں اور محشی کا کام ہی یہ ہے کہ اصل کتاب کی تشریح اور اس کے قول کے
موافق دلائل جمع کرے ہاں اگر کتاب میں کوئی بات خلاف نصوص پائے تو اسے واضح
کر دے۔ یہاں علامہ موصوف نے اصل کتاب کی مخالفت نہ فرمائی بلکہ اسی کے
موافق دلائل جمع فرمائے اور آخر میں تبیین المحارم جو ایک غیر معروف کتاب ہے اس کے
حوالہ سے شافعی و مالکی حضرات دو قول نقل کئے اور اسکا شافعی و مالکی ہونا واضح
فرما دیا تاکہ حنفی ان اقوال کو اپنے ائمہ کا قول سمجھکر عامل نہ ہو جائے۔

اصل کتاب درمختار کہ جس کا حاشیہ یہ کتاب شامی
ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

نص (۲)

كما تجوز المصافحة لانها	(کپڑے پہنے ہوئے معانقہ کرنا جائز ہے) جیسے کہ
سنة قديمة متواترة	مصافحہ جائز ہے کہ مصافحہ سنت قدیمہ متواترہ ہے
(الى ان قال) واطلاق المصنف	اور صاحب تنویر الابصار کا درر اور کنز اور وقایہ اور
تبعا للدرر والكنز والوقاية	نقایہ اور مجمع اور ملتقی اور ان کے علاوہ اور کتابوں
والنقاية والمجمع والملتقى	کی متابعت میں اسے جائز بتانا یہ بتاتا ہے کہ مصافحہ
وغيرها يفيد جوازها	مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعد عصر ہو اور لوگ جو اسے بدعت
مطلقا ولو بعد العصر وقولهم	کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بدعت مباحہ حسنہ جائز
بدعة اى مباحة حسنة	اور اچھی بدعت ہے جیسا کہ امام نووی نے اپنے
كما افاده النووى فى اذكاره	اذکار میں افادہ فرمایا۔

(در مختار مع شامی باب الاستبراء ص ۲۳۵ ج ۵)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے كما افاده النووى فى اذكاره پر حاشیہ تحریر فرمایا۔

نص (۳)

حيث قال اعلم ان المصافحة	امام نووی شارح مسلم نے یہاں فرمایا جاننا
مستحبة عند كل لقاء واما	چاہئے کہ مصافحہ وقت ملاقات مستحب ہے یعنی
اعتاده الناس من المصافحة	سنت مستحبہ لیکن نماز صبح و عصر کے بعد مصافحہ
بعد صلوة الصبح (وزاد فى	کی جو لوگوں میں عادت ہے اس وجہ
المرقاة والمسوى والعصر)	خاص پر شریعت میں اس کی اصل نہیں
فلا اصل له فى الشرع على	لیکن اس میں حرج بھی نہیں کیونکہ
هذا الوجه ولكن لا باس	اصل مصافحہ سنت ہے اور لوگوں
به فان اصل المصافحة سنة	کا بعض دفعہ اس پر مداومت کرنا

وكونهم حافظوا عليها في بعض الاحوال دون طوائف كثير من الاحوال او اكثرها لا يخرج ذالك البعض عن كونه من المصافحة التي ورد الشرع باصلها۔ (شامی مصری ص۳۳۵ ج۵)

اور اکثر احوال میں چھوڑ دینا یا اکثر کرنا بعض دفعہ کے کرنے کو مصافحہ کی اس اصل (سنت) سے خارج نہ کر دے گا جو شریعت میں وارد ہے (بلکہ وہ جائز اور ثابت بالسنۃ ہی رہے گا)

حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مسوی شرح مؤطائے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں امام نووی کی یہ تمام عبارت نقل کی اور آخر میں فرمایا۔

نص (۴)

اقول وهكذا ينبغي ان يقال في المصافحة يوم العيد

میں کہتا ہوں کہ مصافحہ بعد نماز عید کے بارے میں بھی ایسا ہی کہنا چاہئے

(مسوی شرح مؤطا مطبوعہ فاروقی ص۱۸۷ ج۲)

علامہ نووی کی عبارت نقل کرنے کے بعد علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

نص (۵)

وقال الشيخ ابي الحسن البكري وتقييده بما بعد الصبح والعصر على عادة كانت في زمنه والا فعقب الصلوٰة كلها كذالك۔

حضرت شیخ ابوالحسن البکری نے فرمایا کہ نماز فجر و عصر کی قید لگانا اس وجہ سے ہے کہ اُن کے زمانہ میں (انہی دو وقتوں میں مصافحہ کرنے کی) عادت تھی ورنہ ساری نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا مثل صبح و عصر کے (یعنی بلاشک مباح حسنہ جائز و بہتر) ہے

(شامی جلد ۵ ص۳۳۵)

پھر فرمایا۔

نص (۶)

وکذا فی رسالة الشرنبلانی فی المصافحة۔	حضرت علامہ شرنبلانی کے رسالے میں جو خاص مصافحہ کیلئے لکھا گیا ہے یہی مذکور ہے (اس رسالہ کا نام سعادة (اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلوٰة والسلام) وشاح الجید)
(شامی ج ۵ ص ۲۳۵)	

پھر فرمایا۔

نص (۷)

ونقل مثلہ عن الشمس الحانوتی وانہ افتی بہ مستدلا بعموم النصوص الواردة فی مشروعیتها وهو الموافق لماذکرالشارح من اطلاق المتون	اور اسی کے مثل حضرت امام شمس الائمہ شمس الدین حانونی علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے اور انہوں نے ان احادیث سے جو تمام طور پر مصافحہ کی مشروعیت میں وارد ہوئی ہیں استدلال فرماتے ہوئے فتوٰی دیا ہے اور یہ اسکے موافق ہے جو شارح نے متون کے عام اطلاق سے (بعد نماز مصافحہ کے جواز کا) ذکر فرمایا

(شامی جلد ۵ ص ۲۳۶)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ اس مصافحہ کا جواز ہی موافق اطلاق متون ہے (اور یہی قول اصح "صحیح" ہے جیسا کہ نسیم الریاض سے آخر میں ہم بیان کریں گے) نیز علمائے کرام نے اسکے جواز ہی پر فتوٰی دیا ہے لہذا الائق فتوٰی قول جواز ہی ہے اور اسی قول پر عمل اولیٰ ہے جو اطلاق متون کے موافق ہو۔ شامی میں بحرالرائق سے منقول ہے۔

فالعمل بما وافق اطلاق المتون اولی۔	عمل کرنا اسی پر اولیٰ ہے جو موافق اطلاق متون ہو

(شامی ج ۱ ص ۴۶)

بحمد اللہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ حکم جواز ہی صحیح ہے اور عدم جواز کا قول اختیار کرنا اور اس پر فتویٰ دینا فقاہت سے بالکل برطرف۔

در مختار میں ہے

ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح	حکم فتویٰ قول مرجوح پر
جھل وخرق للاجماع۔	جہالت اور خلاف اجماع ہے۔

(در مختار ص۷۹ ج۱)

قول اول نقل کر چکنے کے بعد علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے دوسرا قول جو گاہے گاہے ترک پر مشیر ہے نقل فرمایا۔

لکن قد یقال ان المواظبة	(ہاں یہاں ایک بات اور رہتی ہے کہ
علیها بعد الصلاة خاصة	بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ بعد نماز مصافحہ پر
قد یودی الجھلة الی	مواظبت (مداومت) کرنا جہلا کو اس وقت
اعتقاد سنیتها فی خصوص	خاص کی سنیت کے اعتقاد کی جانب لے
ھذہ المواضع وان لها	جائے گا اور یہ اس کے لئے خصوصیت
خصوصیة زائدة علی	زائدہ ہوگی اس کے غیر پر حالانکہ ظاہر
غیرھا مع ان ظاھر کلامھم	کلام ان کا یہ ہے کہ سلف میں سے کسی نے
لم یفعلها احد من السلف	اس کو اس وقت میں نہیں کیا اور ایسے
فی ھذہ المواضع وکذا قالوا	ہی وتر میں تین سورتوں (سورہ اعلیٰ
بسنیة قراءة السور الثلاث	کافرون احد) کے پڑھنے کی سنت کے متعلق
فی الوتر مع الترک احیانا	انہوں نے کہا ہے کبھی کبھی ترک کرنے کے ساتھ
لئلا یعتقد وجوبها۔	اسلئے کہ لوگ اسکے واجب ہونیکا اعتقاد نہ کرلیں

(شامی جلد ۵ ص۳۳۶)

حضرت علامہ شامی نے اس قول کو قیل یقال سے شروع فرمایا تاکہ ناظر پر روشن ہو جائے کہ اس کا قائل مجہول نامعلوم ہے اس قول کی غرابت یہیں سے ظاہر پھر صیغۂ مضارع کا استعمال بتا رہا ہے کہ قائل متقدمین سے نہیں زمانہ حال کا ہے پھر خاصۃ اور خصوص ھذہ الموضع اور خصوصیۃ زائدۃ علی غیرھا سے ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جبکہ صرف اس وقت خاص کے مصافحہ کو سنت سمجھا جائے اور اس کے علاوہ اور اوقات میں جو مصافحہ کیا جائے اسے سنت تصور نہ کیا جائے پھر اس کا علاج بھی بتا دیا کہ گا ہے لگا ہے دیگر کی صورتوں کی طرح اسے بھی ترک کر دیں تو اس دوسرے قول کی بنا پر بھی بلا اختلاف جائز رہے گا۔ اور یہ صورت یہاں موجود ہے کہ ہر شخص بہ پابندی اس کا عامل نہیں اگر کسی کو کوئی ضرورت ہے تو وہ بعد نماز بلا مصافحہ چلا جاتا ہے اور کوئی اسے ملامت نہیں کرتا نیز بہت سی مساجد میں سرے سے اس مصافحہ کا رواج ہی نہیں اعتقاد سنیت کے رفع کو اتنا ہی کافی ہے کہ اگر اسے ضروری خیال کرتے سبھی عامل ہوتے لہذا یہ مصافحہ مروجہ اس قول کی بنا پر بھی جائز و درست ہوا۔

اس کے بعد علامہ شامی نے تیسرا قول نقل فرمایا جسے امام مسجد نے اپنایا اور مسلمانوں میں انتشار کا وبال اپنے سر لیا۔

خدارا انصاف۔ کیا اسی کا نام دیانت داری ہے اگر یونہی لاتقربوا الصلاۃ پر عمل کرو گے تو بیڑا ہی غرق کرو گے۔ مصافحہ سے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق محبت و وداد کی لہر پیدا ہوتی ہے اسے روک کر کیا ہاتھ آئے گا یہی نا کہ ایک مالوف چیز کے خلاف سے اہل اسلام میں انتشار و افتراق پھیلے گا للہ مسلمانوں کے حال پر رحم کرو اور ان میں فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑکاؤ اور اگر

فتویٰ نویسی کی خود میں صلاحیت نہ پاؤ تو فتویٰ نویسی سے باز آؤ۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

والصحیح ان الافتاء غیر	صحیح یہ ہے کہ فتویٰ دینا اسے مکروہ
مکروہ لمن کان اھلہ	نہیں جو اس کا اہل ہو اور حاکم اسلام پر
وعلی اولی الامر ان	یہ لازم ہے کہ اس کی تلاش کریں کہ کون
یبحث عمن یصلح للفتوی	فتویٰ دینے کے قابل ہے اور کون نہیں
ویمنع عمن لا یصلح۔	جو نااہل ہو اسے اس کام سے روک دیں

(عالمگیری ج ۳ ص ۱۲۲ کتاب ادب القاضی)

غرض یہ قول جو امام مذکور نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا ہے علامہ شامی نے اسے تبیین المحارم سے نقل فرمایا ہے تبیین المحارم ایک غیر معروف کتاب ہے اور کتب معتمدہ مستندہ معتبرہ مشہور کے خلاف ایک غیر معروف کتاب کا قول ہرگز قابل استناد نہیں خود علامہ شامی فرماتے ہیں۔

لا یجوز الافتاء مما فی کتب	غیر معروف کتابوں میں جو کچھ ہے
الغریب۔	اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔

(شامی ج ۱ ص ۶۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

لعلہ قول غریب لم	شاید یہ قول غریب ہے ہمیں
نری من قالہ۔	نہیں معلوم کس کا قول ہے۔

شامی ج ۱ ص ۴۴۶ بیان اشارہ سبابہ)

پھر تبیین میں دو دلیلیں جو اس کی کراہت پر پیش کیں ان سے بھی کراہت ثابت نہیں ہوتی تبیین کی پہلی دلیل یہ ہے۔ لان الصحابۃ ماصافحوا

صحابہ کرام نے بعد نماز مصافحہ نہ کیا۔ صحابہ کے نہ کرنے سے غایت یہ کہ سنت نہ ہو مگر مکروہ کیسے ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں صحابہ نے اسے مکروہ کب کہا ہے اگر کہا ہے تو ثابت کرو اگر نہیں کہا تو تم نے ایسا قول کہا جو صحابہ نے نہیں کہا تو تمہارا یہ کہنا خود ہی مکروہ ہوا تمہارے اس اصول کے تحت۔

بہتیری چیزیں ایسی ہیں جن کا صحابہ کبار کے زمانہ میں وجود نہ تھا اب وہ سب بلا نکیر رائج و معمول ہیں۔ بلند میناروں کی شاندار مساجد، قرآن کے اعراب و تفسیر، مدرسوں کی بنا، صرف و نحو کی ترویج، تقسیم اسناد و دستار بندی یہ سب صحابہ نے کب کئے تھے بلکہ بعض چیزوں کی صحابہ نے اپنے زمانہ کے لحاظ سے ممانعت فرمائی تھی زمانہ مابعد میں اس کی اجازت دی گئی شامی میں ہے۔

عن ابن مسعود جردوا القرآن۔	حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو

(شامی کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۳۴۴ ج ۵)

حضرت علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ناقل

قال الحلیمی ومن الاداب ان لا یخلط بہ مالیس بقران کعدد الآی والوقوف و اختلاف القراءۃ ومعانی الایات واسماء السور والاعشار قال البیہقی لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابابکر وعمر وعثمان لم یفعلوا شیئا من ذالک	حضرت علامہ حلیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آداب قرآن میں سے یہ بات ہے کہ جو چیز قرآن میں نہیں ہے اسے قرآن میں نہ ملائے جیسے آیتوں کی تعداد و وقف اختلاف قرأت آیات کے معانی سورتوں کے نام دس دس آیتوں پر نشان امام بیہقی نے فرمایا کہ حضور نے اور صدیق و فاروق و ذوالنورین نے ان میں سے کچھ نہ کیا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم)

(فتاویٰ حدیثیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۷)

باایں ہمہ یہ سب کچھ جائز و درست بلکہ مستحسن، حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

کان فی زمنھم وکم	یہ حکم ان کے زمانہ میں تھا
من شئی یختلف باختلاف	بہت چیزیں (احکام) زمانہ اور
الزمان والمکان۔	جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

(شامی جلد ۵ صفحہ ۳۴۰)

صحابہ کبار کا زمانہ، زمانہ خیر تھا مسلمان اشداء علی الکفار رحماء بینھم کے آئینہ دار تھے محبت واخلاص ان میں بردجہ اتم تھا اگر بعد نماز ان میں مصافحہ کا رواج نہ تھا حرج نہ تھا آج جبکہ محبت و وداد کا فقدان اتفاق و اتحاد کا خاتمہ ہو چکا ضروری ہے کہ مصافحہ کا رواج عام ہو تاکہ مسلمانوں میں آپس کی ہمدردی اور خلوص تام پیدا ہو۔ صحابہ میں مصافحہ عند اللقاء (وقت ملاقات) شائع تھا آج وہ بھی کمیاب ہے اگر مصافحہ بعد نماز کی ممانعت کی گئی تو وقت ملاقات جتنا بھی رائج ہے اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل (درمختار مبحث تراویح ج ۱ ص ۲۶۲)۔

ایام تشریق میں تکبیر تشریق اگرچہ بازاروں میں پکارنا صحابہ سے مروی نہیں تاہم عوام کو اس سے نہ روکیں گے عینی شرح ہدایہ پھر شامی میں ہے۔

لا ینبغی ان یمنع العامۃ من	عوام کو اس سے منع نہ کرنا چاہئے
ذالک لقلۃ رغبتھم	کیونکہ عوام کی نیک کاموں کی طرف
فی الخیر۔	پہلے ہی رغبت کم ہے۔

(عینی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ج ۱ ص ۱۰۲۹ شامی ج ۱ ص ۸۰۱)

دوسری دلیل صاحب تبیین المحارم نے یہ لکھی لانھا من

سنن الروافض امام مذکور نے بھی اس پر خاص زور دیا ترجمہ یوں لکھا "اور وجہ خاص یہ ہے کہ بعد نماز مصافحہ کرنا رافضیوں کی سنت ہے" اس دلیل کا بے دلیل ہونا خود ہی اظہر۔ مصافحہ کرنے والوں سے پوچھ دیکھئے ننانوے فی صد کو پتہ بھی نہ ہوگا کہ رافضی ایسا کرتے ہیں۔ اگر ... ی وقت کے روافض نے اسے ایجاد کیا اور اور خاص انکا شعار رہا ہو بدیں وجہ اس ... ت کے علماء نے اہل سنت کے لئے ناپسند رکھا ہو تو اب جبکہ ان میں سے یہ رواج اٹھ گیا ان کی سنت ہونا ہی جاتا رہا اب تو عموماً نہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں نہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں تو احتراز کیوں مطلوب ہوگا کہ سرے سے علت ہی مرتفع ہے۔ شامی کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے۔

عبارۃ القهستانی عن	قہستانی کی عبارت محیط سے منقول
المحیط جاز ان یجعله فی الیمنی الا	ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا
انه شعار الروافض	جائز ہے مگر وہ رافضیوں کا شعار
(الی ان قال) ای کان	ہے (علامہ شامی فرماتے ہیں) یعنی
ذالك من شعارهم	اگلے زمانے میں ان کا شعار تھا پھر
فی الزمن السابق	یہ شعار ان سے دور اور اس زمانے
ثم انفصل وانقطع فی هذه	میں ختم ہوگیا تو اب اس سے
الازمان فلا ینهی عنه	منع نہ کیا جائے گا۔

شامی ج ۵ ص ۳۱۶

پھر روافض کے مصافحہ کا طریقہ ہی ہم سے جدا ہے کہ وہ انگلیاں پکڑتے اور ہم ہتھیلیاں ملاتے ہیں شامی میں ہے۔

فاخذ الاصابع لیس بمصافحة	انگلیاں پکڑنا مصافحہ نہیں

خلا فاللروافض — بخلاف روافض (کہ انکے یہاں بھی مصافحہ ہے)

(شامی ص۳۳۷ ج۵)

فرض کیجئے کہ موجودہ روافض بھی بعد نماز مصافحہ کرتے ہوں اور طریقہ مصافحہ بھی ہمارے ہی مثل ہو پھر بھی اس کا ترک ہم پر کیا ضرور کہ نہ ہمارا قصد ان کی مشابہت نہ مصافحہ مذموم۔ اشارۂ سبابہ بھی تو ان کا طریقہ ہے بایں ہمہ اکثر علما اس کا حکم دیتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات حصہ پنجم دفتر اول مکتوب ۳۱۲ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وآنچہ در ترغیب الصلوٰۃ گفتہ است کہ "انگشت شہادت برداشتن در تشہد سنت علمائے متقدم است اما علمائے متاخر نہی کردہ اند از انکہ چوں رافضیاں دریں غلو کردند سنیاں ترک کردند از برائے نفی تہمت سنی برافضی" مخالف روایات کتب معتبرہ است زیرا کہ ظاہر اصول اصحاب ما عدم اشارت و عدم عقد است پس عدم اشارت سنت علمائے ما تقدم است و وجہ نفی تہمت نہ گشت۔	ترغیب الصلوٰۃ میں جو کچھ کہا ہے کہ "تشہد میں انگشت شہادت اٹھانا علمائے متقدمین کی سنت ہے لیکن علمائے متاخرین نے منع فرمایا ہے اس لئے کہ جب رافضیوں نے غلو کیا سنیوں نے ترک کردیا سنی پر رافضی ہونیکی تہمت کی وجہ سے" یہ روایات کتب معتبرہ کے خلاف ہے اس لئے کہ ہمارے حضرات کا ظاہر اصول عدم اشارہ و عدم عقد ہے تو عدم اشارہ علمائے متقدمین کی سنت ہوئی نفی تہمت اس کی وجہ نہ ہوئی۔

(مکتوبات امام ربانی مطبوعہ مجددی امرتسر ص۱۶۴ حصہ ۵)

کیسا صریح ارشاد ہے کہ اس کا ترک، نفی تہمت کی بنا پر نہیں

بلکہ اس کی وجہ دیگر ہے کہ نفس مشارکت کسی فعل میں وجہ مشابہت نہیں ہو سکتی۔

(درمختار میں ہے)

فان التشبہ بھم لا یکرہ فی	ہر چیز میں ان سے تشبہ مکروہ نہیں
کل شیئ بل فی المذموم	بلکہ بری چیزوں میں تشبہ اور فعل مباح
وفیما القصد بہ التشبہ	میں تشبہ کے قصد سے ان کے مثل کام کرنا مکروہ ہے،

(درمختار باب ما یفسد الصلاۃ ص۵۸۳ ج ۱)

امام مذکور کو اگر اپنی تحریر کا کچھ پاس ہے تو اشارہ سبابہ کو بھی سنن روافض کہہ کر اس کے خلاف بھی فتویٰ صادر فرمائیں۔

صاحب تبیین المحارم نے اس کے بعد علامہ ابن حجر شافعی اور حضرت علامہ ابن الحاج مالکی علیہما الرحمہ کے اقوال نقل کئے علامہ شامی نے ان اقوال کی ذمہ داری خود نہ لی بلکہ تبیین ہی کے حوالہ سے نقل فرمائے۔ ان میں اول الذکر شافعی ہیں اور مؤخر الذکر مالکی۔ شافعی و مالکی حضرات کا قول حنفی کیلئے وہ بھی مسئلہ فرعی میں وہ بھی بے دلیل وہ بھی اپنے ائمہ کی تصریحات کے خلاف ہرگز قابل حجت نہیں۔ شامی میں ہے۔

ان التارک لمذھبہ عمدا	اپنے مذہب کو عمداً چھوڑنے والا
لا یفعلہ الا لھوی	اپنی ہوس باطل کی بنا پر ایسا کرتا
باطل لا لقصد الجمیل۔	ہے کسی قصد جمیل کی بنا پر نہیں۔

(شامی فصل فی الجس ص۴۹۴ ج ۴)

ائمہ احناف کی تصریحات ملاحظہ سے گذریں اور رضائے مولیٰ سے تازہ بہ تازہ نو بہ نو کے اور جلوے نظر آئیں گے۔ سر دست عدم جواز کا بے دلیل ہونا ملاحظہ ہو۔ علامہ شافعی نے اس کے بدعت و مکروہ ہونے پر

یہ دلیل قائم فرمائی لا اصل لھا فی الشرع شریعت میں اس کی اصل نہیں حالانکہ وہ احادیث جو ہم نے صدر کلام میں نقل کیں لا کلام اس کی اصل ہیں اور ہمارے ائمہ احناف نے انہی کو اصل ٹھہرا کر اس کا جواز مستنبط فرمایا اور اسی پر فتویٰ دیا جن کی عبارات ملاحظہ سے گذریں۔ علامہ شافعی کا اصل سے انکار بدیں وجہ ہے کہ ان کے نزدیک جب تک صورت خاصہ کا ثبوت نہ ہو وہ اصل نہیں مانتے جیسا کہ ان کی کتب کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ ان کا یہ اصول احناف ہی نہیں شوافع کے بھی خلاف ہے تو ہم پر حجت ہونا کیا معنی۔ جمہور علمائے کرام کسی بھی صورت خاصہ کا ثبوت ضروری خیال نہیں فرماتے بلکہ مثل و اصل پائے جانے سے جواز پر دلیل لاتے ہیں اس کے نظائر کثیر و وافر ہیں

طحاوی شریف شرح معانی الآثار میں حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے۔

نظیر (۱)

انہ اصیب انفہ یوم	زمانہ جاہلیت میں یوم الکلاب کو
الکلاب فی الجاھلیۃ	ان کی ناک کٹ گئی انہوں نے
فاتخذ انفا من ورق فانتن	چاندی کے پترے کی ناک بنوالی
علیہ فشکا ذالک الی	اس میں بدبو پیدا ہو گئی حضور
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ	سے شکایت عرض کی حکم ہوا سونے
وسلم فامرہ ان یتخذ	کی ناک بنوالی جائے چنانچہ
انفا من ذھب ففعل۔	انہوں نے ایسا ہی کیا۔

(طحاوی شریف مطبوعہ رحیمیہ ص۲۹۱ ج۲)

اگر صورت خاصہ کا ثبوت ضروری ہوتا تو حدیث صرف

سونے کی ناک بنوانے تک محدود رہتی اس سے تجاوز نہ کرتی لیکن علمائے انام نے اسی حدیث سے ہلتے ہوئے دانت سونے کے تار سے بندھوانے کے جواز پر استدلال فرمایا۔ اسی میں ہے۔

نظیر (۲)

عن ابی حنیفۃ انہ لاباس ان یشدھا بالذھب	امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سونے کے تار سے دانت باندھنے میں حرج نہیں۔

(طحاوی شریف ص ۲۹۱ ج ۲)

یونہی سرکار کا ایک بی بی کے یہاں تشریف لے جانا اور انہیں گٹھلیوں یا کنکریوں پر تسبیح الٰہی کرتے ہوئے پانا اور منع نہ فرمانا اس کی دلیل ٹھہری کہ مسبحہ (تسبیح) رکھنا جائز ہے اگر صرف صورت خاصہ کی دلیل ضروری ہوتی تو اجازت گٹھلیوں یا کنکروں سے تجاوز نہ کرتی۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ودلیل الجواز ما رواہ ابوداؤد الخ۔	تسبیح کے جواز کی دلیل وہ ہے جو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی (شامی ص ۴۰۹ ج ۱)

نیز فرمایا۔

والعمل بھا عن جماعۃ من الصوفیۃ الاخیار	اور جماعت صوفیائے اخیار کا اسی پر عمل ہے۔

(شامی ص ۴۰۹ ج ۱)

اور یہ بھی ایک دلیل ہے کہ اگر صورت خاصہ کا ثبوت ضروری ہوتا اولیائے عظام صوفیائے کرام اس پر عمل پیرا نہ ہوتے۔

جانے دیجئے یہ حضرات تو ائمہ احناف ہیں امام بخاری اپنی مشہور عالم کتاب صحیح بخاری شریف میں باب وضع فرماتے ہیں باب اخذ بالیدین یہ باب دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینے کا ہے۔ پھر اس باب کو یوں شروع فرمایا۔

نظیر (۳)

صافح حماد بن زید بن المبارک بیدیہ	حضرت حماد ابن زید ابن مبارک نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

(بخاری شریف مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۴)

پھر حدیث نقل کی۔

یقول علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ التشھد	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھے التحیات تعلیم فرمائی اور میرا ہاتھ حضور کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۴)

بلکہ اس سے قبل جو باب وضع فرمایا اس کا نام ہی باب المصافحۃ رکھا اور اس میں پہلی حدیث یہی تحریر فرمائی معلوم ہوا کہ اس حدیث سے امام بخاری نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے پر استدلال فرمایا حالانکہ حدیث میں صرف تعلیم تشہد کے وقت اس طرح ہاتھ میں ہاتھ لینا منقول ہوا اگر صورت خاصہ کی سند ضروری ہوتی تو حدیث صرف تشہد تک محدود رہتی اور بوقت مصافحہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا اس سے ثابت نہ ہوتا بلکہ سرے سے اس حدیث کو باب المصافحہ میں لانا اور اس سے طریقہ مصافحہ اخذ کرنا ہی غلط ہوتا۔ امام بخاری رحمہ الباری کے اس طرز استدلال سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک صورت خاصہ کا ثبوت ضروری و لازمی نہیں۔

ائمہ شافعیہ میں سے حضرت امام نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ شارح صحیح مسلم شریف نے خاص اسی مصافحہ بعد نماز کے باب میں مصافحہ
کی عام احادیث وارد ہ کو اس مصافحہ بعد نماز کی اصل ٹھیرایا ان کی عبارت
بحوالہ شامی گذری اس سے روشن کہ ان کے نزدیک بھی صورت خاصہ کا ثبوت
ضروری نہیں۔

حضرت علامہ ابن حجر شافعی علیہ الرحمہ کی یہ ذاتی انفرادی
رائے تھی کہ بلا ثبوت صورت خاصہ صرف مثل واصل کے پائے جانے سے حکم
جواز درست نہیں چونکہ یہ ذاتی وانفرادی رائے تھی اور جمہور علمائے کرام کے
خلاف جیسا کہ عبارات بالا سے اظہر لہٰذا اس پر عمل درست نہیں کہ قول صحیح
قول جمہور ہوتا ہے اور وہی لائق عمل ہے تفسیر خازن شریف میں تحت قولہ تعالیٰ
انما الصدقٰت للفقراء الآیہ (سورہ توبہ) فرمایا۔

ھو الصحیح لاجماع الجمہور علیہ۔	صحیح قول وہ ہے کہ اس پر جمہور کا اجماع ہے۔

(خازن مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۴ ج ۱)

علامہ شافعی علیہ الرحمۃ کا یہ اصول چونکہ خلاف جمہور اور
صرف ان کا اپنا اصول تھا اسی باعث اس عالی جناب کے کلام میں اضطراب
تام واقع ہوا چنانچہ اس مصافحہ بعد نماز کو اس کی صورت خاصہ کے عدم
ورود کے باعث صاحب تبیین المحارم کی نقل کے مطابق اسے بدعت مکروہہ
کہا لیکن اپنے فتاوی میں ادعیہ موردہ احادیث پڑھ کر سوتے وقت دم کرنے
کو سنت بتایا پھر فرمایا۔

ومن فعلہ عقب الصلوٰۃ	جس نے حضور پر درود پڑھنے

علیه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم	کے بعد دم کیا اور خالی درود پڑھی
وقد انفردت الصلوٰۃ	وادعیہ ماثورہ نہ پڑھیں) یا ایسے وقت
او فی غیر ذالک من المواضع	دم کیا کہ اس وقت میں دم کرنا سنت
التی لا لیسن النفث فیها	نہیں تو اس نے ایسے فعل کا ارتکاب
فقد ارتکب مالا یندب	کیا جو سنت نہیں اس سے احتراز
فینبغی اجتنابہ۔	چاہیئے۔

(فتاوی حدیثیہ مطبوعہ مصر ص۸۲)

یہاں بھی وہی صورت تھی کہ صورت خاصہ ثابت نہ تھی کہ خود فرمایا "اس نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا جو سنت نہیں" بایں ہمہ اسے بدعتِ مکروہہ نہ کہا نہ فاعل کے لئے سزا تجویز کی بلکہ صرف خلاف اولیٰ کہا (فینبغی اجتنابہ احتراز چاہیئے) صورت دونوں کی ایک تھی پھر ایک بدعت مکروہہ کیوں اور دوسری کا ترک اولیٰ کیوں امام مذکور جواب دے۔

اور سنئے اسی فتاوی میں علامہ شافعی اپنے مذہب شافعیہ کے مطابق ختم قرآن اور ختم سورت پر نماز میں تکبیر کہنا سنت بتاتے اور اس پر حدیث سے سند لاتے ہیں پھر فرماتے ہیں۔

ویجئ فی صلوٰۃ غیر ثابتۃ	جن نمازوں میں تکبیر کہنا ثابت نہیں انمیں بھی جائز ہے

(فتاوی حدیثیہ ص۱۹۳)

یہاں بھی وہی صورت تھی لیکن یہاں حکم جواز ہے صورت ایک اور حکم تئیں۔ آگے بڑھیئے یہی علامہ ممدوح شافعی ارشاد فرماتے ہیں۔

استنبط العلماء من غرسہ	حضور کا دو قبروں پر تر شاخیں
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم	گاڑھ دینے سے علماء نے درختوں اور

للجريدتين على القبر غرس الاشجار والرياحين ولم يبينوا كيفيته لكن في الصحيح انه صلى الله تعالى عليه وسلم غرس في كل واحدة فيشتمل القبر كله فيحصل المقصود باي محل منه نعم اخرج عبد الله بن حميد في مسنده انه صلى الله تعالى عليه وسلم وضع الجريدة على القبر عند رأس الميت۔

پھولوں کا قبر پر بونا مستنبط فرمایا اور شاخ کے گاڑھنے کی کیفیت بیان نہ فرمائی لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نے شاخ دونوں قبروں پر گاڑھی تھی ساری قبر اس میں شامل ہے جہاں بھی لگائی جائے مقصود حاصل ہے ہاں عبد اللہ ابن حمید نے اپنی مسند میں بیان فرمایا ہے کہ حضور نے شاخیں قبر پر میت کے سرہانے رکھی تھیں۔

(فتاوی حدیثیہ ص۲۲۵)

یہاں بھی وہی صورت تھی کہ درختوں اور پھولوں کا قبر پر لگانا حضور سے ثابت نہ تھا بایں ہمہ علامہ شافعی کو اپنے اصول کے خلاف نہ صرف اجازت دینی پڑی بلکہ اسے علماء کا استنباط بتایا پھر میت کے سرہانے شاخ گاڑھنا ثابت ہو جانے کے باوجود ساری قبر پر جہاں بھی لگائی جائے حصول مقصود کو کافی بتایا حالانکہ ان کے اصول کے تحت صرف سرہانے کی اجازت ہونی چاہئے تھی اور وہ بھی صرف شاخ کی نہ گل و ریاحین و نخلات کی ان کا بھی نہ رکھنا یا گاڑھ دینا بلکہ اگانا کہ جس کا لازمہ اسے پانی دینا اور اس کی حفاظت کرنا بھی ہے۔

مصافحہ کا مقصود مسلمانوں میں اتحاد و وداد و اتفاق و اخلاص و دفع عناد تھا جو مصافحہ بعد نماز سے بھی حاصل ہے۔ جب شاخ قبر پر کہیں بھی رکھیں حصول مقصد کے لئے کافی ہے صورت خاصہ کا ثبوت (کہ سرہانے ہی رکھی جائے) لازم نہیں تو مصافحہ بعد نماز بھی حصول مقصد کی بنا پر جائز و روا ٹھہرا صورت خاصہ کا ثبوت ضروری نہیں حضرت علامہ نے تر شاخ کے لئے جو اصول قائم فرمایا اسی اصول کے تحت یہ مصافحہ بھی جائز ہوا الحمد للہ رب العالمین اس مصافحہ بعد نماز کے مسئلہ میں بھی حضرت علامہ شافعی ہمارے ہی ساتھ ہیں امام مذکور کے ساتھ نہیں اگر تشفی خاطر نہ ہوئی ہو تو اور سنئے یہی علامہ ممدوح فرماتے ہیں۔

نص (۸)

من البدع المباحۃ المصافحۃ بعد الصلاۃ۔	نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز بدعتوں میں سے ہے۔

فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۱۳۱

امام مذکور شاید لفظ بدعت سے بدکیں لیکن انہیں بدکنا نہ چاہئے کہ بدعت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت تراویح کے لئے ارشاد فرمایا۔

نعم البدعۃ ھذہ	یہ بڑی اچھی بدعت ہے

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۵ فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۲۰۰)

بدعت کا لفظ یہاں بھی موجود ہے اسے دیکھ کر کہیں جماعت تراویح نہ چھوڑ بیٹھنا اور اگر بہتر بدعت اچھی مراد ہوتی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے تو پھر مصافحہ بعد نماز کے لئے بھی در مختار کی عبارت نص صریح ہے۔

قولهم بدعة — لوگ جو اسے بدعت کہتے ہیں اسکا

اى مباحة حسنة — مطلب یہ ہے کہ یہ بدعت مباحہ حسنہ اور اچھی بدعت ہے

(در مختار ج ۵ ص ۲۲۵)

خود حضرت علامہ شافعی نے اسے بدعت مباحہ فرمایا جو اپنی جگہ خود دلیل جواز ہے چنانچہ عبارت مذکورہ سے کچھ قبل ارشاد فرمایا۔

وقولهم السائل نفع الله — سائل کا یہ پوچھنا کہ کیا بدعت

به هل الاجتماع للبدع — مباح کے لئے اجتماع جائز ہے؟

المباحة جائز جوابه نعم — جواب یہ ہے کہ، ہاں جائز

هو جائز۔ — ہے۔

(فتاوی حدیثیہ ص ۱۳۰)

لہذا علامہ شافعی کی اس تصریح صریح کی بنا پر بھی یہ مصافحہ جائز ہوا۔ لیکن یہ عبارت اس کے صریح معارض ہے۔ جو صاحب تبیین المحارم نے حضرت علامہ موصوف کے حوالہ سے نقل کی ہو سکتا ہے کہ حضرت علامہ ممدوح نے اس عبارت سے رجوع فرمالیا ہو کہ ایک امام عالیشان کی جانب حسن ظن ہی بہتر ہے۔

صاحب تبیین المحارم نے علامہ شافعی کے بعد حضرت علامہ ابن الحاج مالکی کا قول نقل کیا علامہ مالکی کی دلیل کا سارا لب لباب یہ ہے کہ مصافحہ کا وقت، وقت ملاقات ہے بعد نماز نہیں یہ دلیل بھی فی نفسہ علیل ہے اولاً ہم نے صدر کلام میں جو احادیث نقل کیں ان میں دوسری حدیث نیز بخاری شریف کی حدیث دربارۂ تعلیم تشہد میں، ملاقات اصلا ذکر نہیں اگر احادیث لقاء، سے مصافحہ عند الملاقات کا ثبوت ہے تو ان احادیث سے علاوہ ملاقات کا۔

ثانیاً ہمارے زمانہ میں لوگ ٹھیک جماعت کے وقت حاضر مسجد ہوتے ہیں اگر اس وقت مصافحہ کا سلسلہ نکلے تو جماعت ہی جائے لہٰذا بعد نماز مصافحہ کرنا مصافحہ عند الملاقات ہی ہے۔ ثالثاً دخول مسجد کے وقت عموماً حاضرین سنن و نوافل یا اوراد و وظائف میں مشغول ملتے ہیں اس وقت سلام ہی مشروع نہیں مصافحہ کیونکر ہو۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

والذین جلسوا فی المسجد	جو لوگ کہ مسجد میں تلاوت
للقرأۃ او التسبیح او لانتظار	قرآن یا تسبیح یا انتظار نماز کیلئے بیٹھے
الصلوٰۃ ما جلسوا فیہ	ہیں ملاقاتیوں کے آنے ملاقات
لدخول الزائرین	کرنے کے لئے نہیں تو یہ سلام کا
علیہم فلیس ھذا	وقت نہیں ہے انہیں سلام
اوان السلام فلا یسلم علیہم	نہ کیا جائے۔

(عالمگیری ج ۴ ص ۹۶)

رابعاً اگر لوگ صفیں بنا کر بیٹھے ہوں تو گردنیں پھلانگنا جائز نہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت معاذ ابن انس جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ اپنے والد ماجد سے راوی کہ رب سَلِّم فرمانے والے آقا فرماتے ہیں۔

من تخطی رقاب	جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی
الناس یوم الجمعۃ	گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم کی طرف
اتخذ جسرا الی جہنم۔	پل بنایا (یا اسے جہنم کا پل بنا دیا جائیگا)

(ترمذی شریف ابواب الجمعہ ج ۱ ص ۶۶ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱)

نسائی شریف حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے ——— وہ فرماتے ہیں۔

جاء رجل یتخطی رقاب	ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا آیا
الناس فقال لہ رسول	حضور نے اس سے فرمایا اے
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ	شخص بیٹھ جا تو نے (لوگوں کو)
وسلم ای اجلس فقد اذیت	ایذا پہنچائی۔

(نسائی شریف مطبوعہ رحیمیہ ص ۲۰۰ ج ۱)

لہٰذا مصافحہ بعد نماز در حقیقت مصافحۂ ملاقات ہی ہے کہ جو اس وقت عارضہ نہی کے باعث ممنوع رہا جب نماز سے فراغت ہوئی سنت مصافحہ ادا کی گئی اس کی نظیر مسئلہ صلوٰۃ التسبیح کی تسبیحات کا سہو ہے۔ حضرت امام علامہ شامی علیہ الرحمۃ بعض ائمہ شافعیہ سے مستدلاً ناقل۔

ان یاتی بما ترکہ مما	جو تسبیحات (سہواً) ترک کر گیا
یلیہ ان کان غیرہ قصیر فتسبیح	ہے اسے اس سے متصل مقام پر
الاعتدال یاتی بہ فی	پڑھ لے جب کہ وہ مقام مختصر نہ ہو
السجود اما تسبیح الرکوع	تو قومہ کی تسبیحات سجدے میں پڑھے
فیاتی بہ فی السجود	لیکن رکوع کی تسبیحات بھی سجدے
ایضاً لا فی الاعتدال لانہ	میں پڑھے قومہ میں نہ پڑھے کہ
قصیر۔	قومہ کی مقدار کم ہے۔

(شامی مطلب فی صلوٰۃ التسبیح ص ۴۹۴ ج ۱)

رکوع کی تسبیحات اصولاً قومہ میں کہنی چاہئیں کہ رکوع سے متصل قومہ ہی ہے مگر چونکہ قومہ کی مقدار کم ہے اس عارضہ کے باعث یہ اپنے مقام سے مؤخر ہو گئیں اور سجدے میں کہی گئیں یونہی مصافحۂ ملاقات

عارضہ نہی کے باعث اپنے مقام سے مؤخر ہو گیا اور جس طرح تسبیحات مؤخر ہونے کے بعد بھی ادا کی گئیں یونہی مصافحۂ ملاقات بھی مؤخر ہونے کے بعد بعد نماز کیا جائے گا حضرت امام علامہ قاری رحمہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

نعم لو دخل احد فی المسجد	ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں
والناس فی الصلوٰۃ او	ایسے وقت میں داخل ہوا کہ لوگ
علی ارادۃ الشروع فیہا	نماز میں مصروف ہیں یا نماز شروع
فبعد الفراغ لو صافحہم	کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو
لکن لبشرط سبق السلام	نماز سے فارغ ہوکر اگر سلام
علی المصافحۃ فھذا	پھر مصافحہ کریں تو بلا شبہ
من جملۃ المصافحۃ	یہ مصافحہ مسنونہ (مصافحہ ملاقات)
المسنونۃ بلا شبھۃ۔	میں سے ہے۔

(از حاشیہ مشکوٰۃ ص۴۰۲)

کیوں امام صاحب دیکھا علماء انام اسی مصافحہ کو مصافحہ مسنونہ بتا رہے ہیں اور آپ بدعت و مکروہ کے فتوے لگا رہے ہیں۔

حضرت امام علامہ مالکی کا کلام بھی آپ کو مفید نہیں انکا ارشاد کہ مصافحہ کا وقت عند اللقاء ہے اور مصافحۂ بعد نماز کے فاعل کو فرمانا کہ اس نے خلاف سنت کیا۔ بتا رہا ہے کہ علامہ ممدوح کے پیش نظر یہ صورت تھی کہ لوگ نماز سے قبل ملاقی ہوئے اور مصافحہ نہ کیا مصروف گفتگو رہے پھر بعد نماز مصافحہ کرنے لگے کہ یہی صورت خلاف سنت ہے کہ اس نے وقت ملاقات کے مصافحہ کو سنت نہ جانا اور بعد نماز

کے مصافحہ کو سنت سمجھا اور یہی خصوصیت زائدہ تھی جس کا بیان شامی سے قول دوم میں گذرا حضرت علامہ علی قاری رحمہ الباری اسی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

وقد یکون جماعۃ	ایک جماعت والے ملاقات
یتلاقون من غیر مصافحۃ	کرتے ہیں مصافحہ نہیں کرتے
ویتصاحبون بالکلام و	اور باتیں کرتے اور علمی تذکرے
مذاکرۃ العلم وغیرہ مدۃ	کے لئے تادیر بیٹھتے ہیں پھر
مدیدۃ ثم اذا صلّوا	جب نماز پڑھ چکتے ہیں مصافحہ
یتصافحون فاین ہذا	کرتے ہیں تو یہ سنت مشروعہ
من السنۃ المشروعۃ	کہاں ہے لہذا ہمارے
ولہذا اصرح بعض	بعض علماء نے تصریح فرمائی
علمائنا بانہا مکروہۃ	کہ یہ مکروہ ہے اور اب
وحینئذ من البدع	یہ بدعت مذمومہ ہے
المذمومۃ۔	(از حاشیہ مشکوٰۃ ص۳۴۴)

حضرت علامہ مالکی علیہ الرحمہ کو اسی صورت کا استیصال منظور تھا نہ کہ اس صورت کا کہ قبل نماز مہلت مصافحہ ہی نہ ملی اور اس بنا پر بعد نماز مصافحہ کیا گیا کہ یہ صورت مجبوری تھی اور مجبوری پر حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا اسی لئے علامہ علی قاری علیہ الرحمہ نے جہاں یہ صورت بیان کی وہیں یہ تصریح بھی فرما دی کہ اگر دخول مسجد کے وقت لوگ نماز میں ہوں یا نماز شروع کرنے کا ارادہ کر رہے ہوں تو بعد نماز سلام و مصافحہ سنت ہی ہے جب کہ نص ۹ کی عبارت مرقاۃ سے گذری۔

علامہ مالکی علیہ الرحمہ کا مقصود اس صورت کا خلاف بھی نہیں کہ وقت ملاقات سلام و مصافحہ ہو لیا پھر مصروف گفتگو و مذاکرہ علمی رہے بعد نماز پھر مصافحہ کیا گیا کہ خلاف سنت یہ بھی نہیں سنت اپنے وقت پر ادا ہو گئی اگر علامہ موصوف کو اس کا خلاف منظور ہوتا تو یوں فرماتے کہ اس نے وہ کام کیا جو ثابت بہ سنت نہیں (یہ بھی اس صورت میں جب کہ مصافحہ بعد نماز ان کے نزدیک ثابت نہ ہوتا) حالانکہ حالتِ نماز خود حالت غیوبت ہے کہ نمازی اپنے رب کے حضور حاضر اور دنیا و مافیہا سے غائب ہے۔ بادشاہ ہفت اقلیم اسے بلائے وہ حاضری سے قاصر اس کا کوئی عزیز اس سے بات کرے یا سلام کرے وہ جواب سے معذور جب نماز ' اب سب سے ملاقات ہوئی لہذا اب مصافحہ کرنا مصافحہ عند الملاقات و مصافحہ مسنونہ ہی ہے۔ حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

وھی بعد الصلاۃ بدعۃ	بعد نماز مصافحہ کرنا ہمارے نزدیک
عندنا والاصح انھا مباحۃ	نوایجاد ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مباح
لما فیھا من الاشارۃ الی	(جائز) ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ
انہ کانہ قدم من الغیبۃ	گویا نمازی غائب تھا اب حاضر ہوا
لانہ کان عند ربہ	کیونکہ حالت نماز میں وہ اپنے رب کی
یناجیہ فافھم۔	مناجات کرتا تھا اسلئے دنیا و مافیہا سے غائب تھا)

(نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض مطبوعہ مصر ص ۳۴۴ ج ۱)

حضرت علامہ نے اس کے مباح ہونے کو الاصح فرمایا جو قول مفتیٰ بہ ہونے کی دلیل ہے۔ در مختار میں ہے۔

واما العلامات للافتاء فقوله والخ ان قال) وھو الصحيح او الاصح۔

منجملہ علامات فتوی یہ ہیں کہ یہی صحیح ہے یا یہی اصح ہے۔

(درمختار صـ ۶۶ ۶۷ ج ۱)

غرض ان امامین جلیلین حضرت علامہ ابن حجر شافعی و حضرت علامہ ابن الحاج مالکی علیہما الرحمہ کے طور پر بھی اس مصافحہ کی ممانعت ثابت نہ ہوئی اور یہ مصافحہ جائز و درست ہی رہا۔ والحمد للہ رب العالمین اب رہ گئی امام مذکور کی وہ منطقی دلیل جو زبانی ارشاد فرمائی تھی کہ "میں مصافحہ سے منع نہیں کرتا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ مسجد میں مصافحہ کرنا ممنوع ہے" اس قول نے ان کی ساری تحریر پر پانی پھیر دیا کہ ان کی ساری تحریر مصافحہ بعد نماز ہی سے متعلق تھی۔ اس زبانی قول کی بنا پر ان کے نزدیک بعد نماز مصافحہ میں حرج نہیں حرج تو اس میں ہے کہ مصافحہ مسجد میں کیا جاتا ہے۔ یعنی اگر بعد نماز سب لوگ مسجد سے باہر آجائیں اور سڑک پر ہجوم لگا کر کھڑے ہو جائیں اور وہاں مصافحہ کریں تو امام مذکور کے نزدیک جائز و روا و شیر مادر۔ یہ ہے مباح شرعی کو بدعت مکروہ کہنے کا نتیجہ کہ خود ایک نئی بدعت میں مبتلا ہو گئے۔ امام صاحب زبانی خرچ سے کام نہیں چلتا دعوی کیا تھا تو دلیل بھی لاتے ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین۔ ہاں ہاں آپ تو قیامت تک یہ ثابت نہ کر سکیں گے کہ مسجد میں مصافحہ ممنوع ہے لیکن ہم سے سنئے کہ مسجد میں مصافحہ موافق سنت صحابہ بلکہ سنت رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء بایں معنی کہ سرکار نے ملاحظہ فرمایا اور منع نہ فرمایا۔ بخاری شریف میں ہے۔

وقال کعب بن مالک دخلت المسجد فاذا

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل

بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقام الی طلحۃ بن عبید اللہ یہرول حتی صافحنی۔	ہوا اچانک دیکھا کہ سرکار انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے لئے کھڑے ہو گئے اور دوڑتے ہوئے آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا۔

(بخاری شریف مطبوعہ مصر ۳ ص ۲۳)

غرض اس مصافحہ پر شریعت مطہرہ سے اصلاً کوئی دلیل ممانعت نہیں جو اسے منع کرتا ہے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پھیلاتا اور جسارت بے جا سے کام لیتا ہے ما انزل اللہ بہا من سلطان۔

(انتباہ) مصافحہ کرنے والے اس کی پوری پوری احتیاط رکھیں کہ وقت مصافحہ نہ کسی نمازی کے سامنے سے گذریں نہ ہجوم میں کسی مسلمان کو ایذا پہنچائیں کہ یہ دونوں باتیں فی نفسہا خود مذموم ہیں۔

ھذا ما فھمت فی الباب واللہ ورسولہ اعلم بالصواب
جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

۳۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۰ھ
یوم الاحد

کتبہ الفقیر سید محمد ریاض الحسن غفرلہ القوی
جیلانی رضوی حامدی جودھپوری

تصانیف مصنّف

۱۔ صفت لیلۃ القدر — مطبوعہ
۲۔ تقدیس لیلۃ القدر — "
۳۔ احکام عید الفطر — "
۴۔ نکات عید الاضحیٰ — "
۵۔ مخزن انوار شعبان — "
۶۔ ستائیسویں رجب کے اعمال — "
۷۔ کشف الستور عن کراہۃ الاجمار علی القبور — "
۸۔ الفیوضات الحامدیہ فی تعمیر المساجد بجلود الاضحیۃ — "
۹۔ سبز عمامہ — "
۱۰۔ مصافحہ — "
۱۱۔ تفہیم الزکی فی طلاق الرجعی — غیر مطبوعہ
۱۲۔ فیضان جعفر انام — "
۱۳۔ ہشت خزینہ — "
۱۴۔ خاتمہ لاؤڈ اسپیکر — "
۱۵۔ درود درخشندہ — "
۱۶۔ خزینۂ نیّر — غیر مطبوعہ
۱۷۔ حقیقت مجاز — "
۱۸۔ عنایت الرب فی تحقیق المر عند الطلب — "
۱۹۔ القول الواثق فی کراہۃ امامۃ الفاسق — "
۲۰۔ صلوٰۃ الوسطیٰ عند غروب الزکاء — "
۲۱۔ فاز السلامۃ من قصد عند الاقامۃ — "
۲۲۔ ذکر رفیع — "
۲۳۔ یوم عاشورہ — "
۲۴۔ رسالہ خانہ خدا — "
۲۵۔ ریاض الفتاوی — "
۲۶۔ گوہر بے بہا — "
۲۷۔ ذکر حبیب — "
۲۸۔ عطر المواعظ — "
۲۹۔ مرأۃ نکاح خوانی — "
۳۰۔ پنج گنج — "